اختلافِ مصاحف کی حقیقت

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر ☆

In this article the textual differences of the old codex of Hazrat Abdullah bin Masud have been discussed. The aforesaid codex was an early collection of the Holy Quran. When the official recension was made by Hazrat Uthman (R.A) Hazrat Abdullah bin Masud refused his personal codex to be burnt. Some orientalists thought that this act has created many doubts about the authenticity of the text of the Holy Quran. Arthur Jeffery says: it was well known in the early days of Islam that one peculiarity of Ibn Mas'ud's Codex was that it did not contain Suras 1, 113 and 114, i.e. the Fatiha and the Mu'awwidhatain. A second peculiarity equally well known was that the order of Suras in his recension differed considerably from that of 'Uthman's recension. In this article these objections have been discussed and it has been proved that the authentic historical evidences are sufficient to eliminate these doubts.

مصحف کا مادہ ص۔ح۔ف ہے۔ مصحف ایسی کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں متعدد رسائل اور اوراق جمع ہوں۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بھی موجود ہے مثلاً فِی صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۔(۱) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاهِیمَ وَمُوسٰی. (۲) مصحف کی جمع مصاحف اور صحیفہ کی جمع صحف اور صحائف ہے۔ یہ لفظ اِصحاف کا صیغہ اسم مفعول ہے جس کا مادہ ص ح ف ہے۔ اسی سے لفظ صحیفہ منتشر اوراق کے جمع کرنے کو کہا جاتا ہے قرآن مجید پر اس اعتبار سے اس لفظ کا اطلاق یوں ہوا کہ یہ ان تمام اوراق کو بین الدفتین جمع کرنے سے معرض وجود میں آیا جن پر عہد نبوی ؐ میں آیات قرآنیہ لکھی گئی تھیں۔ (۳)

علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب المصاحف کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں جب قرآن مجید کا باقاعدہ (سرکاری) نسخہ مرتب کیا گیا تو اس نسخے کے نام کے تعین میں مختلف آراء پیش کی گئیں۔ کسی نے کہا کہ اس کا نام سفر (کتاب) رکھا جائے۔ لیکن یہ نام چونکہ یہود کی کتاب توراۃ کے حصوں کے لئے مستعمل تھا اس لئے اسے پسند نہ کیا گیا۔ پھر عبداللہ ابن مسعودؓ یا سالم مولیٰ حذیفہؓ نے بتایا کہ میں نے حبشہ میں لوگوں کو اس طرح کی کتاب کو مصحف کہتے سنا ہے۔ لہذا یہ نام پسند کیا گیا اور اسی کو اتفاق رائے سے

☆ ڈین فیکلٹی/ چیئرمین، شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

اختیار کرلیا گیا۔(۴) لیکن جب لفظ مصاحف یا اختلاف مصاحف استعمال کیا جائے تو اس سے مراد قرآن مجید کے وہ نسخے ہیں جو عہد نبویؐ میں صحابہ کرامؓ نے نزولِ وحی کے ساتھ ہی انفرادی طور پر اپنے لئے تیار کیے تھے۔ یہ نسخے انہوں نے ذاتی یاداشت کیلئے تیار کئے تھے۔ ان نسخوں کی تعداد اتنی ہی زیادہ تھی جتنی تعداد میں صحابہ کرامؓ تھے۔ جب عہد صدیقؓ میں تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع کے ساتھ قرآن کا سرکاری نسخہ تیار کیا گیا تو اس نسخے کو بھی مصحف کہا گیا۔ قرآن مجید کے وہ نسخے جو صحابہ کرامؓ نے اپنے ذاتی نسخوں کے طور پر لکھے تھے عہدِ صدیقؓ کے نسخے کی تیاری کے بعد بھی موجود رہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان نسخوں سے کوئی تعرض نہیں فرمایا تھا۔

ہر صحابیؓ نے اپنے اپنے انداز سے قرآنی آیات اپنے پاس لکھ رکھی تھیں۔ یہ نسخے ذاتی یاداشتوں کی حیثیت رکھتے تھے ان میں ضروری نہیں کہ کوئی ایک ہی ہمہ گیر اور متفقہ اصول کارفرما ہوتا۔ مختلف ذاتی نسخوں میں معمولی فرق بالکل فطری بات ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے پورے کا پورا قرآن جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ کسی دوسرے نے صرف وہ آیات لکھ رکھی ہوں جو اس نے زبانی یاد کرلی ہوں۔ کسی تیسرے شخص نے صرف وہ آیات ہی لکھی ہوں جو ابھی اسے زبانی یاد نہیں ہوئیں اور یاد کرنے کی غرض سے ہی اس نے آیات لکھی ہوں کسی چوتھے شخص نے صرف وہ آیات لکھی ہوں جن سے احکام و فرائض مستنبط ہوتے ہوں۔ غرض ہر شخص نے اپنے اپنے طور پر جس طرح چاہا اپنا اپنا مصحف لکھ رکھا تھا۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے صحابہؓ نے تو قرآن اوّل تا آخر جمع فرمایا لیکن بعض نے کچھ ایسی آیات جو دعاؤں کے طور پر روزانہ پڑھی جاتی ہیں اور ہر شخص کو از بر تھیں، اپنے ذاتی نسخے میں درج نہیں کی ہوں۔ اسی طرح قرآن مجید ''سات حروف'' (سبعہ اَحرف) میں نازل ہوا تھا۔ کسی صحابیؓ نے قرآن کے سات حروف میں سے ایک حرف پر قرآن جمع کیا ہوگا تو دوسرے نے کسی دوسرے حرف پر بعض اوقات تشریحی نوٹس کے طور پر بھی حاشیے یا درمیان میں عبارت لکھ لی جاتی۔ جب کوئی صحابی اپنا مصحف تیار کرتے تو وہ نبی کریمؐ کی طرف سے بیان کردہ وضاحتی الفاظ بھی متن کے درمیان یا سطروں کے درمیان لکھ لیتے اگر دوسرے کوئی صحابیؓ سمجھتے کہ انہیں یہ وضاحتی الفاظ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ یہ وضاحتی الفاظ نہ لکھتے۔ لکھنے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ کون سے الفاظ متن کے ہیں اور کون سے وضاحتی الفاظ ہیں۔ یہ وضاحتی الفاظ صحابہؓ کے ذاتی مصاحف میں موجود رہے۔ صحابہؓ نے ان الفاظ کو اس لئے بھی لکھ رکھا تھا کہ یہ رسول ﷺ کے بیان کئے ہوئے الفاظ ہیں۔ بعد میں لوگوں نے جس چیز کو اختلاف کا نام دیا، اس کی اصل نوعیت ایسی ہی تھی۔

اختلاف مصاحف اور مستشرقین:

اختلاف مصاحف کو مستشرقین نے من مانے معانی ومفاہیم دے کر اور حقیقت کو ایک خود ساختہ رخ دے کر قرآن مجید کے متن میں اختلافات ثابت کرنے کیلئے اسے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اصل حقائق کو مسخ کر کے پورا زورِ استدلال اسی پر صرف کر دیتے ہیں کہ

(i) جب عہد نبویؐ میں لوگوں کے پاس مختلف نوعیت کے نسخے موجود تھے تو پھر اس کے بعد اور آج کس طرح یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اصل قرآن حاصل کیا جا سکے۔

(ii) موجودہ قرآن مجید کے بارے میں حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اصل اور حقیقی قرآن ہے۔ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا کیونکہ مختلف صحابہؓ کے پاس جو نسخے موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے وہ نسخے جلوا دیئے اس طرح قرآن مجید کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔(۵)

(iii) آرتھر جیفری (Arthur jeffery) نے بطور خاص اس پہلو کو خوب اچھالا ہے اس کا کہنا ہے:

حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف ضائع کروا دیئے، اگر وہ موجود ہوتے تو آج ہم قرآن کا اصل متن حاصل کر لیتے۔ اب جبکہ یہ مصاحف ضائع ہو چکے ہیں تو اس بات کا امکان نہیں ہے کہ قرآن کا اصل متن حاصل کیا جا سکے۔(٦)

آرتھر جیفری یہ استدلال بھی کرتا ہے کہ عہد صدیقؓ میں اگر کوئی سرکاری نسخہ تیار کیا گیا ہوتا تو دیگر صحابہؓ کے مصاحف ختم ہو چکے ہوتے۔(۷) رچرڈ بل (Richard Bell) کا موقف بھی یہی ہے۔(۸)

گویا ان کے خیال میں عہد صدیقی میں تیار ہونے والا نسخہ کوئی باقاعدہ متفقہ اور سرکاری نسخہ نہ تھا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ متن قرآن کا تعین عہد صدیقؓ میں بھی نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس مصحف کی تیاری کے بعد بھی بہت سے صحابہؓ کے پاس ذاتی مصاحف موجود تھے۔

اختلاف مصاحف کی آڑ میں مستشرقین دودھاری تلوار چلاتے ہیں ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا کر قرآن کے اصل متن کے حصول کی راہیں مسدود کر دیں تو دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ ''حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوانے کی کاروائی تو کی تھی لیکن یہ کاروائی مکمل طور پر نہیں ہو سکی اور اس کے بعد بھی کچھ مصاحف بچ گئے۔''(۹)

ان مصاحف سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ ان بچ جانے والے مصاحف اور موجودہ قرآن میں فرق ہے گویا قرآن کا متن متنازعہ ہے متفقہ نہیں ہے اور مزید یہ کہ اب ان بچ جانے والے چند مصاحف کی

مدد سے قرآن کا اصل متن تو حاصل نہیں کیا جا سکتا (۱۰) اس سلسلے میں مستشرقین نے جن مصاحف کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مُصْحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ	مُصْحفِ اُبی ابنِ کعبؓ	مُصْحفِ حضرت علیؓ
مُصْحفِ عبداللہ ابن عباسؓ	مُصْحفِ فاطمہؓ	خلفائے ثلاثہؓ کے مصاحف
مُصْحفِ حفصہؓ	مُصْحفِ عائشہ صدیقہؓ	مُصْحفِ ام سلمہؓ
مُصْحفِ عبداللہ ابن زبیرؓ	مُصْحفِ عبداللہ ابن عمرؓ (۱۱)	

آئندہ سطور میں ہم ان میں سے ایک اہم مصحف کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کریں گے۔

مصحفِ ابنِ مسعودؓ کا تحقیقی جائزہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے پاس جو مُصْحف موجود تھا۔اس میں کئی ایک باتیں، امت کے زیرِ استعمال نسخوں سے مختلف تھیں:

۱۔ آپ سورۃ الفاتحہ کو قرآن کا حصہ قرار نہیں دیتے تھے۔

۲۔ آپ کے مصحف میں مُعَوِّذَتَین شامل نہیں تھیں۔

۳۔ اس مصحف میں سورتوں کی ترتیب، مصحف عثمانی سے مختلف تھی۔(۱۲)

ان تین اختلافات کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے آئندہ سطور میں ان اختلافات کی حقیقت اور نوعیت پر بیان کرتے ہوئے ان روایات کا سند کے حوالے سے بھی جائزہ پیش کیا جائے گا جن میں ان اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے منسوب اس نقطہ نگاہ کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے:

۱۔ ابنِ مسعودؓ کی طرف اس اختلاف کی نسبت ثابت شدہ بات نہیں ہے۔

۲۔ جن روایات میں اس اختلاف کا ذکر ہے وہ روایات معتبر نہیں اور ان میں فنی اعتبار سے کئی کمزوریاں ہیں۔

۳۔ کچھ وجوہ کی بنا پر ابتداء میں ابن مسعودؓ تین سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس رائے میں تبدیلی کرلی۔

کتبِ حدیث میں ایسی لاتعداد احادیث موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورتیں باقاعدہ نازل ہوئیں۔لوگوں نے انہیں قرآن میں لکھا، حضور اکرم ﷺ نے انہیں نمازوں میں پڑھا۔ظاہر ہے کہ غیرِ قرآن

کی تلاوت نماز میں نہیں کی جاتی ۔(۱۳)

۱۔علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

وأخرج أحمد والبخاری والنسائی وغیر هم عن زر بن حبیش قال اَتَیْتُ الْمَدِیْنَة فَلَقِیْتُ اُبَیَّ بْنَ کَعْب فَقُلْتُ لَه' اَبَا الْمُنْذِرِ اِنّیِ رَاَیْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ لایکتب المعوذتین فی مصحفه فقال اما والذی بعث محمدا بالحق لقد سألت رسول الله ﷺ عنهما وما سألنی عنهما أحد منذ سأله غیرك ، قال:قیل لی قل، فقلت ، فقولوا ، فنحن نقول کما قال رسول الله ﷺ.(۱۴)

امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے زر بن حبیش سے اس روایت کی تخریج کی ہے کہ میں مدینہ آیا اور ابی ابن کعب سے کہا کہ اے ابالمنذر میں دیکھتا ہوں کہ ابن مسعود معوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے انہوں نے کہا آگاہ ہو جاؤ اُس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنایا تحقیق میں نے رسول ﷺ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا اور ان کے بارے میں مجھ سے کسی اور نے سوال آج تک نہیں کیا فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ میں انہیں پڑھوں پھر میں نے ان سورتوں کو پڑھا انہون نے کہا ہم بھی یہی کہتے ہیں جیسا رسول ﷺ نے فرمایا تھا یعنی آپ ﷺ نے ان سورتوں کو پڑھنے کہا حکم دیا اور ہم بھی پڑھتے ہیں لہذا تم بھی پڑھا کرو۔

اسی طرح کی روایات طبرانی، مجمع الزوائد اور الدر المنثور میں بھی نقل کی گئی ہیں ۔(۱۵)

۲. قال أحمد ثنا وکیع ثناسفیان عن عاصم عن زربن حبیش قال سَاَلت أبیّ بن کعب عَنِ الْمُعَوَّذَتَیْنِ فَقَالَ سَاَلْتُ النَّبِیّ ﷺ عَنْهمَا فَقَالَ قِیْلَ لِی قُلْ فَقُلْتُ لَکُمْ فَقُوْلُوْا قَالَ اُبیّ فَقَالَ لَنَاالنَّبِی ﷺ فَنَحْنُ نَقُوْل. (۱۶)

ترجمہ: احمد نے وکیع سے انہوں نے سفیان سے انہوں نے عاصم سے اور وہ زر بن حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُبی بن کعبؓ سے معوذتین کے بارے میں دریافت کیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے تم لوگوں سے کہہ دیا پس تم کہو، جو اُبیؓ ابنِ کعبؓ نے کہا ہے، پس ہم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا لہذا ہم کہتے ہیں۔

۳. قَالَ الاِمَامُ اَحْمَدُ ثَنَا عَفَّانُ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَاَنَا عَاصِمُ بن بَهْدَلَةَ عَنْ زِرّبن حُبَیْشٍ

قَالَ قُلْتُ لِاُبَیِّ بنْ كَعْبٍ اِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوَّذَتَيْنِ فِي مُصْحَفِه فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَخْبَرَنِي اِنَّ جِبْرَيلَ عليه السلام قَالَ له: "قُلْ اَعُوذُبِرَبِ الْفَلَقِ" فَقلتُهَا، فَقَالَ: "قُلْ اَعُوذُبِرَبِ النَّاسِ" فَقُلْتُهَا، فَنَحْنُ نَقُوْلُ مَا قَالَ النَّبِي ﷺ. (١٧)

ترجمہ: امام احمد نے عفان سے انہوں نے حماد سے انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے زِر سے روایت کی ہے کہ میں نے اُبی سے کہا کہ ابنِ مسعودؓ اپنے مُصحَف میں معوذتین کو نہیں لکھتے ہیں۔ اُبی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے خبر دی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا قل اعوذ برب الفلق، اور میں نے کہا (یہ کلمات پڑھے) جبریل نے کہا قل اعوذ برب الناس اور میں نے یہ کلمات پڑھے لہذا ہم کہتے ہیں جو رسول اللہ صلعم نے کہا ہے۔ گویا یہ دونوں سورتیں جبریل کے ذریعے دیگر قرآن کی طرح نازل کی گئیں۔

۴۔ عَنْ سُفْيَان ابْن عُيَيْنَةَ ثَنَا عَبْدَةُ بن اَبِي لُبَابَةَ وَعَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ اِنَّهُمَا سَمِعَا زِرَّبْنِ حُبَيْشٍ يقول: سَاَلْتُ اُبَيَّ ابنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوَّذتَيِنِ، فَقَلْتُ يَا اَبَا الْمُنذِرِ اِنَّ اَخَاكَ ابْنَ مَسعود يَحُكُّهما مِن الْمُصْحَفِ، قَالَ اِنِی سَاَلتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ قِيلَ لِیْ: قُلْ، فَقُلْتُ، فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. (١٨)

سفیان ابن عیینہ عبدۃ اور عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے زربن حبیش سے سنا کہ میں نے اُبیؓ ابن کعبؓ سے معوذتین کے متعلق پوچھا۔ اے ابا المنذر! آپ کے بھائی ابن مسعودؓ، معوذتین کو مُصحف سے کھرچ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا، میں نے رسول ﷺ سے دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا، مجھ سے کہا گیا کہ ان سورتوں کو پڑھوں اور میں نے کہا ان سورتوں کو پڑھا، لہذا ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے۔

۵۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

حدثنا علي بن عبدالله ثنا سفيان ثنا عبدة بن ابی لبابة عن زر ابن حبيش قال سفيا ن وحد ثنا ايضاً عاصم عن زر مثله قال سالت ابی ابن كعبؓ فقلت يا ابا المنذ ر ان اخاك ابن مسعود يقول كذاو كذا فقال أبيّ: سألت النبی ﷺ، فقال لی: "قيل لی" فقلت، قال: فنحن نقول كما قال رسول الله ﷺ. (١٩)

ترجمہ: ہم سے علی بن عبداللہ نے ان سے سفیان نے ان سے عبدۃ بن ابی لبابہ نے زر سے اور سفیان نے عاصم سے زر کی روایت سنی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے اُبیّ ابن کعبؓ سے دریافت کیا اور ان سے کہا اے ابالمنذر! آپ کے بھائی ابن مسعودؓ معوذتین کے شامل قرآن ہونے کے بارے میں یہ اور وہ کہتے ہیں، ابیؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا، مجھ سے کہا گیا ان سورتوں کی تلاوت کروں اور میں نے کہا پس ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے۔

۶۔ ابن الجزری نے جو قراءات عشرہ بیان کی ہیں ان میں سے ایک متواتر قراءت امام عاصم بن ابی النجود الاسدی کی ہے۔ امام عاصم کی قراءت ابوعبدالرحمٰن سلمی، زر بن حبیش اور ابوعمرو الشیبانی سے منقول ہے ان تینوں نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھا تھا عاصم کی اس متواتر قراءت میں معوذتین شامل ہیں۔(۲۰)

اسی طرح امام حمزۃ بن حبیب الزیات کی قراءت علقمہ، اسود اور ابن وھب، مسروق، عاصم بن ابی ضمرہ اور حارث بن عبداللہ ہمدانی سے منقول ہے اور یہ سب کے سب ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں اور حمزہ کی اس قراءت متواتر میں بھی معوذتین موجود ہیں۔(۲۱)

اس وقت دنیا کے تمام ممالک میں قرآن مجید کے جس قدر نسخے مروج ہیں یہ سب حضرت عاصمؒ، حمزہؒ، کسائیؒ اور خلفؒ کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ سب حضرات معوذتین اور سورۃ الفاتحہ کو قرآن میں شامل سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات، حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے۔ کہا جاسکتا ہے کہ جب ان کے شاگرد ان سورتوں کو شامل قرآن قرار دیتے ہیں تو لازماً شاگرد وہی بات بیان کرتے ہیں جو انہوں نے استاد سے پڑھی تھی۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قراءات عشرہ کی تمام اسانید ساری دنیا میں سب سے زیادہ قوی اور صحیح اسانید ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ تواتر سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی خبر واحد ان متواتر قراءتوں کے خلاف ہو تو وہ لازماً رَدّ کی جائے گی۔(۲۲)

۶۔ علامہ ابن حزمؒ ''کتاب الفصل'' میں فرماتے ہیں:

وَاَمَّا قَولُهُم اِنَّ مُصحَفَ عَبدِاللہ ابن مَسْعُودٍ خِلَافُ مُصْحَفِنَا فَبَاطِلٌ'' وَكِذْبٌ وَافِكٌ، مُصْحَفُ عبداللہ ابن مَسْعُود اِنَّمَا فِيْه قراءَتُهٗ بِلَاشَكٍ، وَقِراءَته هى قراءَةُ عَاصِمٍ المَشْهُورَةُ عِنْدَ جَمِيعِ اَهلِ الاِسلَامِ فِى شَرقِ الدُّنيَا وغَربِهَا، نَقْرَءُ بِهَا كما ذَكَرْنا.(۲۳)

ترجمہ: یہ بات کہ ابن مسعودؓ کا قرآن ہمارے موجودہ قرآن کے خلاف ہے باطل جھوٹ اور من گھڑت

ہے۔ان کا قرآن ان کی قراءت کے مطابق لکھا ہوا تھا اور ان کی قراءت وہی تھی جو ''قراءِ سبعہ'' میں سے عاصم کی قرأت ہے اور اس وقت تمام دنیا میں مشہور ہے۔ابن مسعودؓ نے کبھی بھی معوذتین کی قرآنیت کا انکار نہیں کیا اور ان کی طرف منسوب قول سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے۔

۷۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں: ''وَ كُلُّ مَارُوِیَ عَنْ ابنِ مَسعُودٍ مِنْ اَنَّ الْمُعَوَّ ذَتَيْنِ وَ اُمُّ الْقُرانَ لَمْ تكُنْ فِیْ مُصْحَفِهٖ فَكِذْبٌ وَ مَوضُوع'' لَا يَصِحُّ ، وَاِنَّمَا صَحَّتْ عَنْهُ قِراءَةُ عاصم عن زر بن حبيش عن ابن مسعود وفيهاأم القران و المُعوّذتانِ ۔(۲۴)(وہ تمام روایات جو عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہیں کہ معوذتین اور سورۃ الفاتحہ ان کے مصحف میں موجود نہیں تھیں صحیح نہیں ہیں بلکہ جھوٹی اور موضوعی روایات ہیں۔ابن مسعودؓ سے عاصم عن زر بن حبیش کی قراءت سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے اور اس میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین موجود ہیں۔

۸۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 814 میں واضح دلیل موجود ہے کہ معوذتین قرآن کا حصّہ ہیں جس نے ابن مسعودؓ کی طرف اس کے خلاف روایت منسوب کی اس کی بات مردود ہے۔(۲۵)

۹۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

فِیْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنْكِر كونَ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرانِ .

بعض قدیم کتابوں میں ابن مسعودؓ کا یہ بیان پایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ الفاتحہ اور معوذتین قرآن مجید میں شامل نہیں لیکن امام رازی خود ہی اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

وَالْاَ غْلَبُ عَلَى الظَّنِّ اَنَّ نقل هٰذَا الْمَذْهَبِ عَنْ اِبْنِ مَسْعُودٍ نَقْلٌ كاذبٌ بَاطِل'' ۔ظنِ غالب یہی ہے کہ ابن مسعودؓ سے اس قسم کا مذہب نقل کرنا ہی سرے سے باطل ہے۔ان سے ایک اور بیان منقول ہے کہ وَالْاَ غْلَبُ عَلَى الظَّنِّ اَنَّ هٰذَا النَّقْلَ عَنْ ابنِ مَسْعُودٍ كَذِبٌ بَاطِلٌ ۔گمان غالب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ سے مروی یہ روایت باطل اور جھوٹ ہے۔(۲۶)

۱۰۔ اس سلسلے میں امام نووی فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى اَنَّ الْمُعَوَّ ذَتَيْنِ وَالفَاتِحَةِ وَسَائِرَ السُّوَرِ الْمَكْتُوْ بَةِ فِی الْمُصْحَفِ قُرانٌ'' وَاَنَّ مَنْ جَحَدَ شَيْئًا مِنهُ كَفَرَ، وَمَانُقِلُ عَنْ مَسْعُوْ دٍ فِي الْفاتِحَةِ وَالْمُعوَّ ذ تَينِ بَاطِل''

لَیْسَ بِصَحِیْحٍ عَنْهُ .(۲۷)

ترجمہ: ''مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین سورۃ فاتحہ اور تمام وہ سورتیں جو مصحف میں لکھی ہوئی ہیں وہ سب کی سب قرآن ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا منکر ہو جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور ابن مسعودؓ سے فاتحہ اور معوذتین کے بارے میں جو روایت مروی ہے وہ باطل ہے، صحیح نہیں ہے۔'' روایت و روودرایت دونوں کے اعتبار سے یہی رائے صحیح ہے کہ ابنِ مسعود نے معوذتین کی قرآنیت کا انکار نہیں کیا تھا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی حدیث ۸۱۴ میں واضح دلیل موجود ہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ ہیں اور ابن مسعود کے بارے میں جو اس کے خلاف روایت ہے وہ مردود ہے۔ (۲۸)

۱۱۔ علامہ بحر العلوم عبد العلی ابو العیاش لکھتے ہیں:

نِسْبَةُ اِنْکَارِ کَونِهَا مِنَ الْقُرْآنِ اِلَیْهِ غَلَطٌ فَاحِشٌ'' وَمَنْ اَسْنَدَ الْاِ نْکَا رِ اِلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَا یُعْبَأُ بِسَنَدِہٖ عِنْدَ مُعَارَضَةِ هٰذِهِ الأَسَانِیْدِ الصَّحِیْحَةِ بِالْاِجْمَاعِ وَ الْمُتَلَقَّاةِ بِالْقُبُوْلِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الْکِرَامِ بَلْ وَ الْاُمَّةِ کُلِّهَا کَافَّةً فَظَهَرَ اَنَّ نِسْبَةَ الْاِ نْکَارِ اِلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَاطِلٌ .(۲۹)

عبد اللہ ابن مسعودؓ کو معوذتین کا منکر کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اس روایت کی سند اس قابل بھی نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ روایت ان صحیح سندوں کے خلاف ہے جن کی صحت پر اجماع ہے اور تمام علمائے کرام بلکہ تمام امت کے نزدیک مقبول ہیں۔ پس یہ روایت غلط ہے۔

۱۲۔ قاضی ابوبکر لکھتے ہیں: لَمْ یَصِحَّ عنه اَنَّهَا لَیْسَتْ من القُرانِ وَلَا حُفِظَ عَنْه۔ (۳۰)

''ابن مسعودؓ کا فاتحہ اور معوذتین کو قرآن نہ ماننا صحیح ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ان کا کوئی قول اس قسم کا یاد آتا ہے۔''

عبد اللہ بن مسعودؓ نے ان سورتوں کو اپنے مصحف سے مٹا دیا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان سورتوں کا لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، ایسا نہ تھا کہ وہ ان کے قرآن ہونے کے منکر ہو گئے ہوں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کے خیال میں مُصحف کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ جس چیز کو لکھنے کا حکم حضورؐ نے دیا ہے وہ تو اس میں لکھی جائے اور اس کے علاوہ کسی چیز کا لکھا جانا روا نہیں۔ انہوں نے فاتحہ اور معوذتین کو نہ تو لکھا ہوا پایا اور نہ حضورؐ کو ان کے لکھنے کا حکم دیتے ہوئے سنا۔ اس لئے وہ ان کو اپنے مصحف میں درج کرنے سے باز رہے۔

۱۳۔ مولانا شمس الحق افغانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

فاتحہ اور معوذتین کی قراءت قطعی تواتر سے ثابت ہے۔اس کے مقابلے میں جو روایات ہیں وہ ظنی ہیں لہذا تواتر کے مقابلے میں ظنی چیز کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔اگر ابن مسعودؓ سے ان روایات کو درست مانا جائے تو اس سے اجماعِ امت اور متواتر روایات کا انکار لازم آتا ہے۔(۳۱)

۱۴۔مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں:

''صحیح بات یہی ہے کہ جو ابن حزم امام رازی اور امام نووی نے کی ہے کہ ابن مسعودؓ کی جانب منسوب یہ قول ثابت نہیں ہے بلکہ باطل من گھڑت اور جھوٹ ہے۔اس لئے اس کی تاویل تلاش کرنے کے لئے تکلفات کی ضرورت نہیں ہے۔(۳۲)

مُعَوِّذتَین کے شامل قرآن نہ ہونے والی روایات کا جائزہ:

بہت سے محققین نے ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے جن میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے قرآن کا حصہ نہ ہونے کے بارے میں ابن مسعودؓ کے موقف کا ذکر کیا گیا ہے۔

معوذتین کے بارے میں ابن مسعودؓ سے تین اشخاص کی روایات ہیں:

۱۔ عبدالرحمٰن بن یزید

۲۔ علقمہ

۳۔ زرّ بن حبیش

عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت کا جائزہ:

عبدالرحمٰن بن یزید سے تین روایات مروی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے۔ان میں سے ایک روایت کو الاتقان میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔روایت یہ ہے:

عَبْدُاللهبن أحمد من حديث الأعمش عن أبى إسحق عن عبدالرحمٰن بن يزيد قال كان عبدالله يَحُكُّ الْمُعوِّذَتيْن مِنْ مَّصَاحِفِه وَيَقُوْلُ اِنَّهُمَالَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ الله. (۳۳)

ترجمہ: عبداللہ بن احمد نے اعمش کی حدیث کو ابو اسحٰق سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی کہ عبداللہ معوّذتین کو مصاحف سے مٹا دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ دونوں کتاب اللہ میں سے نہیں۔اس روایت میں الاتقان میں من مصاحفه کی جگہ من المصحف کے الفاظ ہیں۔(۳۴)

اسی طرح کی روایات امام قسطلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی اپنی اپنی شروح بخاری میں بیان کی ہیں۔(۳۵)

مذکورہ بالا روایت کا تنقیدی جائزہ:

۱۔ جب ہم عبدالرحمٰن کی مذکورہ روایت کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ مسعودؓ سے اس جملہ ''لَیْسَتَا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ'' کی روایت میں عبدالرحمٰن منفرد ہے۔ جبکہ علقمہ اور زر بن حبیش کی روایت جن کا ذکر آئندہ سطور میں آرہا ہے، اُن میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔(۳۶)

۲۔ عبدالرحمٰن سے راوی ابواسحٰق ہے۔ اس کے بارے میں میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ اس نے اہلِ کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیا اور وہ ان سے صحیح روایت نہیں کرتا جبکہ یہ روایت اہلِ کوفہ سے ہے۔(۳۷)

۳۔ ابواسحٰق کے بعد راوی اعمش ہے۔ اعمش کے بارے میں میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

قَالَ ابنُ المَبَارَك اَفْسَدَ حَدِيْثَ اَهْلِ الْكُوفَةِأبو اسحاق و الأعمش لكم ... فَفِيْ حَدِيْثِ الْاَعْمَش اِضْطِرَابٌ كَثِيْرٌ. قلتُ وَهُوَيُدَلِّسُ وَرُبماَ دَلَّسَ عَنْ ضَعِيْفٍ و لا يدری به.(۳۸)

اعمش کی روایت میں بہت زیادہ اضطراب ہے وہ تدلیس کرتا ہے اکثر وہ ضعیف راویوں سے روایت کرتا ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ وہ اہل کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیتا ہے۔ یہ روایت اہل کوفہ سے ہے۔ اعمش کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے وہ شیعہ ہے اور انہی کے خیالات کی تائید کرتا ہے لہذا اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جب اعمش اور ابواسحاق جمع ہوں تو اس سے فساد دوگنا ہو جائے گا۔(۳۹)

۵۔ حضورؐ نے نمازوں میں مُعَوّذتَین کو بار بار پڑھا، اِن کی تعلیم دی، اور اِن سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ کتب صحاح میں ان سورتوں کے فضائل مذکور و منقول ہیں اس طرح صحابہؓ سے لے کر آج تک تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ معوذتین جزوِ قرآن ہیں۔ اس صورت میں عقل یہ بات تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اتنی بڑی حقیقت سے ناواقف ہوں گے۔ یہ بات ابن مسعودؓ کے علم و فضل ہی کے منافی ہے۔(۴۰) ابن کثیر نے معوذتین کی تفسیر کرتے ہوئے متعدد احادیث بیان کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ معوذتین کے قرآن کا حصہ ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک شبہ نہیں ہو سکتا۔(۴۱)

۶۔ ابن مسعودؓ صحابہ میں ممتاز فاضل اور ذی کمال صحابی ہیں جنھوں نے شروع سے ہی مَسندِ تعلیم

کو عزت دی۔ حضورؐ اور آپؐ کے بعد عہد صحابہؓ میں کسی اور صحابیؓ نے ان جتنی تعلیم نہیں دی۔ حضرت عمرؓ کے دور سے وقت وفات تک کوفہ میں آپ تعلیم دیتے رہے۔ اہل کوفہ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگردوں میں سے کسی ایک نے بھی زیر بحث موضوع پر کوئی روایت بیان نہیں کی۔ ہزاروں شاگردوں میں سے عبدالرحمٰن کا اس میں منفرد ہونا اور ابواسحٰق کا یہ روایت کرنا اس کے عدمِ وثوق اور موضوع ہونے پر ایسی شہادت ہے کہ اس کے بعد کسی گواہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی خصوصاً ایسی حالت میں کہ ابن مسعودؓ سے ہزاروں لوگوں نے اسی قرآن کی روایت کی ہے اور ہمیں تواتر کے ساتھ معلوم ہے کہ ابن مسعودؓ نے اسی قرآن کا درس دیا ہے۔

علقمہ کی روایت:

معوذتین کے شامل قرآن نہ ہونے کے بارے میں ابن مسعودؓ سے منسوب موقف کے بارے میں علقمہ سے بھی روایات مروی ہیں۔ یہ روایات مندرجہ ذیل ہیں:

۱. قَالَ حَدَّثَنَا الْاَ زْرَقُ بْنُ عَلِيّ حَدَّ ثَنَا حَسّان بْنُ ابْرَاهِيْم حَدَّ ثنا الصَّلْتُ بْنُ بِهْرَام عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عن عَبْدِاللہ أنّه كان يَحُكُّ الْمُعَوَّذَتَيْنِ مِنَ الْمَصَاحِفِ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَلَمْ يَكُنْ يَقْرَأُبِهِمَا. (۴۲)

ترجمہ علقمہ کہتے ہیں ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن سے چھیل دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے حضورؐ نے ان سے دم کرنے کا حکم فرمایا اور ابن مسعودؓ ان کی تلاوت بھی نہیں کیا کرتے تھے۔

ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا تقی عثمانی اور مولانا عبداللطیف رحمانی لکھتے ہیں:

معوذتین کو قرآن مجید میں شامل نہ سمجھنے کے بارے میں ابن مسعودؓ سے منسوب نقطہ نگاہ کے بارے میں جتنی روایات ہیں وہ اول تو مضطرب، معلّل، شاذ اور مختلف ہیں۔ مضطرب روایات اگر چہ ثقہ اور دیندار راویوں سے ہی کیوں نہ مروی ہوں، قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ مضطرب روایت کے بارے میں علمائے حدیث فرماتے ہیں کہ اضطراب کی وجہ سے راوی کے ضبط کی کمی اور حافظہ کی کمزوری کا احساس ہوتا ہے۔ روایوں کے مستحکم نہ ہونے اور راویوں کے درمیان تعارض واقع ہونے کے باعث یہ روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے راوی میں ضبط نہیں ہے جو کسی روایت کی قبولیت کی بنیادی شرطوں میں سے ہے۔ حافظ ابن الصلاح، علامہ سیوطی، ابن حجر اور حافظ عراقی کا یہی نقطہ نگاہ ہے۔ (۴۳)

ہم دیکھتے ہیں کہ ان روایات کے راوی ضعیف، مطعون اور غیر معتبر ہیں۔ یہ بات بھی اصولی ہے کہ اگر روایات میں اضطراب نہ بھی ہوتا اور یہ ضعیف ومطعون راویوں سے مروی بھی نہ ہوتیں تو اس صورت میں بھی یہ قابل تسلیم نہیں ہوسکتی تھیں کیونکہ ابن مسعودؓ سے ہمیں قابل اعتبار ذرائع سے یہ بات پہنچتی ہے کہ وہ ان دونوں سورتوں کو قرآن کا حصہ قرار دیتے تھے اور آئمہ قرأت نے تواتر کے ساتھ اپنی سندوں کو ابنِ مسعودؓ تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ حفاظ اور قرّاءِ قرآن جیسے عاصمؒ، کسائی، خلفؒ، جو مشہور قرّاء میں سے ہیں اور ان کی سند کی صحت پر تمام اُمت کا اتفاق ہے اور تمام بلادِ اسلامیہ میں ان کی سندیں ہزاروں حفاظ کے پاس موجود ہیں، ان چاروں کو اسی قرآن کی سند جس میں معوذتین موجود ہیں۔ ابن مسعودؓ سے ہے ان سندوں کے مقابلے میں جو متواتر ہیں اور صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہیں، دوسری ضعیف روایات کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ گزشتہ صفحات میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اَنَّھُمَا لَیُسَتَا مِنُ کِتَابِ اللہ کے الفاظ صرف عبدالرحمٰن بن یزید نخعی ہی سے منقول ہیں کسی اور نے یہ الفاظ صراحتاً نقل نہیں کیے۔ لہذا یہ روایت شاذ ہے اور محدثین کے اصول کے مطابق شاذ روایت مقبول نہیں ہوتی۔ (۴۴) مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ اگر اس طرح کی روایات درست بھی ہوں تب بھی خبرِ واحد ہیں۔ امت کا اجماع ہے کہ جو خبر واحد متواتر کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں ہوتیں۔ (۴۵)

اس قسم کی روایات حضرت علیؓ یا حضرت اُبی ابنِ کعبؓ یا ابن مسعودؓ یا کسی بھی صحابیؓ کے بارے میں ہوں کہ ان کے پاس اس قرآن سے مختلف کوئی قرآن تھا، تو ایسی روایات من گھڑت اور خلاف اجماع ہوں گی۔

علقمہ سے مروی روایات کا تنقیدی جائزہ:

اس روایت کی سند میں موجود راویوں کے بارے میں محدثین کا نقطہ نگاہ اس طرح سے ہے:

اس روایت میں تین راوی ایسے ہیں جن کی وجہ سے روایت قابل تنقیح اور قابل بحث ہے۔

۱۔ اس میں ایک راوی حسان بن ابراہیم ہیں۔ گو یہ شخص معتبر ہے لیکن غریب احادیث روایت کرتا ہے اس لئے صحاح میں اس کی احادیث نہیں ہیں۔ امام نسائی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

لیس بالقوی یعنی یہ مضبوط اور ثقہ نہیں ہے۔ (۴۶)

ابن عدی اس کے بارے میں کہتے ہیں: **حَدَّثَ بافرادات کثیر۔ وھو من أھل الصدق الا أنہ یغلط.** (۴۷)

یعنی حدیث کی روایت میں یہ غلطی کرتے ہیں اور ایسی روایت بیان کرتے ہیں جو کسی نے نہیں کی

ہوتیں۔

صلت بن بہرام اس میں تیسرے راوی ہیں۔ یہ معتبر تو ہیں لیکن مرجیہ سے ان کا تعلق ہے۔ میزان الاعتدل میں ہے کہ ابوزرعہ نے ان کے اس مذہب کی بنا پر ان پر جرح کی ہے۔(۴۸) صحاح ستہ میں ان سے روایت نہیں ہے۔ کسی روایت میں ان تینوں راویوں میں سے اگر ایک بھی ہو تو یہ روایت معلل ہو جائے گی اور اس کی صحت میں فرق آجائے گا۔ پھر جب کسی روایت میں یہ دونوں (حسان بن ابراہیم اور صلت بن بہرام) موجود ہوں تو ایسی روایت بلا تحقیق و تنقید قبول نہیں کی جائے گی۔(۴۹) خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ روایت دوسری صحیح روایات کے خلاف ہو اور اس روایت میں اجماع امت کی مخالفت بھی ہو رہی ہو۔ اگر اس قسم کی صورت پیدا ہو کہ اجماع امت کی مخالفت ہو رہی ہو تو اس وقت تو صحیح روایت بھی قابل وثوق نہیں رہتی اور یہ مقابلہ اور مخالفت ہی خود اس کے ضعف اور قابل رد ہونے کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔(۵۰)

مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں:

علامہ باقلانی نے آخری تین سورتوں کے شامل قرآن نہ ہونے کے بارے میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے منسوب روایت کے بارے میں ایک وضاحت یوں کی ہے کہ ممکن ہے راوی کو اس وجہ سے اشتباہ ہو گیا ہو کہ سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے ابن مسعود نے دوسروں سے اختلاف کیا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے معوذتین کو قرآن کے آخر میں نہ لکھا ہو کسی اور جگہ لکھا ہو اور راوی کی نگاہ اس پر نہ پڑی ہو۔ لیکن یہ توجیہہ بھی بالکل بے معنیٰ سی ہے۔ جس روایت میں اختلاف کا ذکر ہے وہ بالکل واضح ہے۔(۵۱)

یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ ابنِ مسعودؓ جیسے صحابی کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ قرآن کی سورتیں ہیں، جبکہ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ان سورتوں کو نمازوں میں پڑھتے تھے۔ ابنِ مسعودؓ ان نمازوں میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ جب باقی صحابہؓ کو پتہ چل گیا تھا کہ انہیں رسول ﷺ نے قرآن کا حصہ قرار دیا ہے تو کیا ابنِ مسعودؓ کو اس کا پتہ نہ چلا ہوگا۔ اگر ابن مسعودؓ نے ان سورتوں کے قرآن ہونے کا انکار کیا ہوتا تو خلیفہ اور دیگر صحابہؓ کی طرف سے ان کی مخالفت کی گئی ہوتی۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن مسعودؓ نے کبھی بھی معوذتین کو قرآن سے خارج نہیں سمجھا اور ان کی طرف منسوب قول سنداً ثابت نہیں ہے۔(۵۲)

مولانا گوہر رحمٰن لکھتے ہیں کہ معوذتین کے شامل قرآن نہ ہونے کے بارے میں ابن مسعودؓ کی طرف اس بیان کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ لیکن وہ لکھتے ہیں کہ اگر شامل قرآن نہ ہونے والی روایات کے ثقہ ہونے کی

بناپرا گرکسی کو مذکور بالا نقطہ نگاہ ماننے میں تردّد ہو تو پھر دوسرے نمبر پر زیادہ مناسب نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ابنِ مسعود کو غلط فہمی ہوگئی تھی۔(۵۳)

قاضی ابوبکر باقلانی نے ابن مسعودؓ کے اس قول کی ایک تاویل یہ کی ہے کہ ابن مسعوؓد نے معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ انہیں مصحف میں درج کرنے سے انکار کیا تھا۔ان کا خیال تھا کہ مصحف میں کوئی چیز اس وقت تک درج نہ کی جائے جب تک کہ نبی کریم ﷺ اسے درج کرنے کا حکم نہ دیں شاید انہیں ان سورتوں کو قرآن میں لکھنے کی اجازت والی حدیث نہ پہنچی ہو۔اس سے ان کے ان سورتوں کو قرآن میں درج نہ کرنے کی وجہ تو معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ ان کے قرآن کا حصّہ ہونے سے انکاری نہ تھے ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ یہ اچھی تاویل ہے۔لیکن روایت میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ یہ کتاب اللہ کا حصّہ نہیں ہیں۔لیکن اگر یہ مانا جائے کہ کتاب اللہ سے مراد مصحف تھا تو یہ تاویل مناسب معلوم ہوتی ہے۔(۵۴)

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں یہ ایک نازک مسئلہ ہے۔اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کے زمانے میں معوذتین کا حصّہ قرآن ہونے کی بات متواتر تھی تو اس صورت میں ان کے قرآن ہونے سے انکار کرنا تواتر کے انکار کی وجہ سے کفر کا مستوجب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ تواتر کو نہیں پہنچا ہوا تھا تو اس سے قرآن کے اور بھی حصّوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی شاید متواتر نہ ہوں۔اس سے تو قرآن کے متن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں گے۔(۵۵) ایک رائے یہ دی گئی ہے کہ یہ سورتیں تو متواتر ہوں لیکن اس وقت تک ابنِ مسعودؓ کو ان کے تواتر کی خبر نہ ہوئی ہو۔بعد میں انہیں ان کے تواتر کی خبر ہوگئی تو انہوں نے اس سے رجوع کرلیا۔(۵۶)

تفسیر ابن کثیر میں وہ روایات بیان کی گئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کا حصّہ نہیں سمجھتے تھے۔اس کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے ابنِ کثیر لکھتے ہیں: قاریوں اور فقہا کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ان سورتوں کو قرآن میں لکھا نہیں کرتے تھے شاید انہوں نے حضور اکرمؐ سے ان سورتوں کو نہ سنا ہو اور تواتر کے ساتھ یہ بات نہ پہنچی ہو۔پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے تھے۔صحابہ کرامؓ نے ان سورتوں کو آئمہ کے قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے ہر طرف پھیلے ابن کثیر کے اس قول سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ وہ اسے محض قرآن میں لکھتے نہ تھے لیکن وہ ان کے قرآن کا حصّہ ہونے کے منکر نہ تھے۔(۵۷) یہی نقطہ نگاہ علامہ آلوسی نے بھی بیان کیا ہے (۵۸) اس بارے میں علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ اس سے ابن مسعودؓ کا یہ خیال نہ تھا کہ وہ اسے قرآن کا حصّہ نہیں سمجھتے تھے

بلکہ وہ مصحف میں ان کا لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔(۵۹)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ سورتیں ابن مسعودؓ کے زمانے میں متواتر تھیں۔لیکن انہیں تواتر کا علم نہ تھا اس لئے انہوں نے احتیاط برتی۔لیکن جب تواتر کا علم ہوگیا تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا۔(۶۰)

ابنِ قتیبہ اپنی کتاب مشکل القرآن میں لکھتے ہیں:

" وأمّا نقصان مصحف عبدالله بحذ فه (أم الكتاب)و (المعوّ ذتين)وزيادة أبیّ بسورتی القنوت ، فانا لا نقول :إنّ عبدالله وأبیّا أصاباو أخطأ المهاجرون والأنصار ، ولكن عبدالله ذهب فيمايری أهل النظر إلى أن المعوذتين كانتا كا لعوذة والرّ فية ، وغيرها، وكان يری رسولَ الله ﷺ يعوّذ بهماالحسن و الحسين وغيرهما...فظّن أنهما ليستامن القرآن". (۶۱)

''عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں سورہ فاتحہ اور معوذتین کی کمی اور قنوت والی دوسورتوں کا اضافہ کے معاملہ میں ہم یہ نہیں کہتے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعب کا عمل درست تھا اور مہاجرین اور انصار نے غلطی کی تھی۔ بلکہ اہل نظر کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب یہ تھا کہ معوذتین تعویذ اور دم وغیرہ کرنے کے لئے ہیں۔اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کو معوذتین کے ذریعہ سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو دم کرتے ہوئے دیکھا تھا،لہذا وہ یہ سمجھے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔''

مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں:

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ معوذتین کو مصاحف میں سے مٹادیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ کی کتاب میں اس چیز کا اضافہ نہ کرو جو اس کا حصّہ نہیں ہے۔اگر یہ قول ان سے ثابت ہو تو پھر ان کے اس قول کا سبب یہ ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول ﷺ اپنے نواسوں کو معوذتین پڑھ کر دم کیا کرتے تھے تو انہوں نے گمان کیا کہ یہ دم کرنے کیلئے ہی ہیں۔مگر تمام مسلمان ابنِ مسعودؓ کے اس نقطہ نگاہ کے خلاف ہیں۔(۶۲) معوذتین کے بارے میں اس نقطہ نگاہ سے متعلق احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔(۶۳)

ابن مسعودؓ کے بارے میں اس طرح کے بیانات پر امام رازی یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

" وهو فی غاية الصعوبة لانا إن قلنا أن النقل المتواتر كان حاصلاً فی عصر الصحابة يكون ذلك من القرآن فانكاره يوجب الكفر ، وان قلنالم يكن حاصلاً فی ذلك

الزمان فیلزم ان القرآن لیس بمتواتر فی الاصل. (۶۴)

ترجمہ:''یہ بات انتہائی مشکل ہے کہ اگر ہم یوں کہیں کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں نقل متواتر حاصل تھی، تو یہ سورتیں قرآن کا حصہ ہوئیں اور ان کا انکار کفر بن جائے گا۔ اور اگر ہم کہیں کہ اس زمانہ میں تواتر حاصل نہیں تھا تو یہ لازم آئے گا کہ قرآن اصل میں ہی متواتر نہیں۔''

اس سلسلے میں الدر المنثور میں ہے:

''قال البزار لم یتابع ابن مسعود احدمن الصحابة وقدصح عن النبی ﷺ أنّه قرأ بهما فی الصلاة وأثبتافی المصحف.''(۶۵)

''بزار کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی صحابی نے بھی ابن مسعود کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی ﷺ ان دونوں کی تلاوت نماز میں کیا کرتے تھے اور انہیں مصحف میں لکھا۔''

یہی بات علامہ شوکانی نے اپنے تفسیر فتح القدیر میں بیان کی ہے۔ (۶۶)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے مصحف کے اختلافات میں سے ایک اختلاف یہ ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی سے مختلف تھی۔

اس سلسلے میں علامہ بحر العلوم لکھتے ہیں:

''باقی رہا سورتوں کی ترتیب کا معاملہ تو محققین علماء کے نزدیک سورتوں کی ترتیب نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق ہے اور یہ قول کہ قرآن کی ترتیب صحابہ کرامؓ نے اپنی رائے سے دی اور اس کی دلیل میں کہنا کہ حضرت علیؓ، ابی ابن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کے مصاحف کی ترتیب ایک دوسرے سے مختلف تھی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترتیب صحابہ کرامؓ نے اپنی رائے سے دی تھی ورنہ ان صحابہؓ کی ترتیب اس ترتیب کے مخالف نہ ہوتی۔ یہ قول اور یہ دلیل صحیح نہیں۔ پہلا قول صحیح ہے۔ اس لئے جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کی ترتیب اس قرآن کے خلاف تھی وہ تمام من گھڑت اور خیالی ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ کسی معتبر کتاب میں ایسی روایات موجود نہیں ہیں۔ اس لئے یہ روایات قابل توجہ نہیں ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ قرآن کی ترتیب تمام امت سے آج تک منقول ہے۔''(۶۷)

بحر العلوم مزید لکھتے ہیں:

''قرآن کی یہ موجودہ ترتیب حضورؐ کی دی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان دس قاریوں نے جن کی سندیں متواتر ہیں اس قرآن کو اپنی سندوں سے حضورؐ تک پہنچایا اور اسی کا حضورؐ سے سماع ثابت کیا ہے اور ان قاریوں کی

یہ سندیں نہایت ہی اعلیٰ درجے میں صحیح ہیں اور تمام امتِ محمد یہ ﷺ نے ان پر اعتماد کیا ہے اور تمام کا ان پر اتفاق ہے اور ہر ایک قاری اسی طرح نقل کرتا ہے کہ میں نے اپنے استاذ سے اسی طرح قرآن کو سنا اور پھر یہ استاذ اپنے استاذ سے اسی طرح سماع بیان کرتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضورؐ تک پہنچتا ہے۔"(۶۸)

ابن مسعودؓ کے مصحف کے، حضرت عثمانؓ کے مصحف سے مختلف ہونے کی ایک دلیل یہ دی گئی ہے کہ ابن مسعودؓ، حضرت عثمانؓ کی اس کاروائی سے خوش نہ تھے اور انہوں نے اپنے مصحف کو نذرآتش نہیں ہونے دیا۔ گویا وہ اپنے مصحف کو صحیح اور دوسرے مصحف کو غلط قرار دیتے ہوں گے اس سلسلے میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔(۶۹) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ درحقیقت ابن مسعود کو اس کام سے دو طرح سے اعتراض تھا:

۱۔　کتابتِ مصحف میں انہیں کیوں شریک نہیں کیا گیا؟

۲۔　مصاحف کو نذرآتش کیوں کیا گیا؟

پہلے اعتراض کا ذکر ترمذی شریف کی ایک روایت میں امام زہریؒ نے فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کو شکایت تھی کہ کتابتِ قرآن کا کام انکے سپرد کیوں نہیں کیا گیا جبکہ وہ حضرت زید ابن ثابتؓ کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک حضورؐ سے فیض یاب ہوئے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں کیا تھا۔ ابن مسعودؓ اس وقت کوفہ میں تھے۔ موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر اس کام کو ان کے مدینہ آنے تک موخر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت زید ابن ثابتؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ تدوینِ قرآن کا یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھوں مکمل ہو۔(۷۰)

حضرت ابن مسعودؓ کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ مصحف عثمانیؓ کی تیاری کے بعد باقی تمام مصاحف نذرآتش کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن وہ اپنا مصحف نذرآتش کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حذیفہ بن یمانؓ اس سلسلے میں انہیں سمجھانے کیلئے گئے لیکن انہوں نے جواب دیا:

"خدا کی قسم میں یہ مصحف ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ستر سے زیادہ سورتیں سکھائی ہیں پھر میں انہیں یہ مصحف کیوں دے دوں؟ خدا کی قسم انہیں نہیں دوں گا"۔(۷۱)

حضرت خمیر بن مالک سے روایت ہے:

"مصاحف میں تبدیلی کا حکم دیا گیا تو ابن مسعودؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مصحف کو

چھپا سکے وہ ضرور چھپا لے۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں پڑھی ہیں تو کیا وہ چیز چھوڑ دوں جو میں نے براہ راست حضورؐ کے دہن مبارک سے حاصل کی ہے''۔(۷۲)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابن مسعودؓ کا مصحف، مصحفِ عثمانیؓ سے مختلف تھا لیکن کن کن پہلوؤں سے مختلف تھا، اس کی کچھ نشاندہی نہیں کی گئی۔ بظاہر یہ اختلاف سورتوں کی ترتیب ہی کا تھا۔

لیکن یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سورتوں کو اس طرح سے ترتیب وار نہیں کیا تھا جس طرح حضرت عثمانؓ نے ترتیب دی تھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کا نسخہ محض ترتیب کے اعتبار سے ہی مصحف عثمانی سے مختلف تھا۔(۷۳) یہ دراصل ان کی خواہش تھی کہ جو چیز انہوں نے حضورؐ سے براہ راست حاصل کی ہے وہ اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ محض تقدس اور تبرک کے طور پر اس نسخے کا ضائع نہ ہونے دینے کی خواہش سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ ابن مسعودؓ، حضرت عثمانؓ سے قرآن کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے۔ یہ اختلاف زیادہ سے زیادہ سورتوں کی ترتیب کے بارے میں ہو سکتا تھا۔ اس قدر لاتعداد صحابہؓ کے اجماع کے مقابلے میں حضرت ابن مسعودؓ کا ایک مخصوص پس منظر میں اصرار، اس بات کی ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ ابن مسعودؓ، مصحف عثمانی سے متفق نہ تھے۔ مولانا تقی عثمانی نے اس سلسلے میں تحقیقات کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مصحفِ ابن مسعودؓ صرف ترتیب سور کے اعتبار سے مصحفِ عثمانیؓ سے مختلف تھا۔ انہوں نے بخاری شریف میں موجود ایک عراقی باشندے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک عراقی باشندہ حضرت عائشہؓ کے پاس آیا اور کہا:

''ام المومنین مجھے اپنا مصحف دکھائیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا تا کہ میں اپنے قرآنی مصحف کو اس کے مطابق ترتیب دے لوں، اس لئے کہ وہ (ہمارے علاقہ میں) غیر مرتب طریقہ سے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: ''قرآن کا جو حصہ بھی تم پہلے پڑھ لو تمھارے لئے مضر نہیں ہے''۔(۷۴)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ شخص ابن مسعودؓ کی قراءت پر کاربند تھا اور ابن مسعودؓ نے نہ تو اپنا مصحف بدلا تھا اور نہ ہی اسے ضائع کیا تھا اس لئے اس کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اور ظاہر ہے کہ عثمانی مصاحف میں مناسبتوں کی رعایت دوسرے مصاحف کے مقابلے میں زیادہ تھی اس لئے اس عراقی شخص نے اپنے مصحف کو مصحفِ عثمانیؓ کے مقابلے میں غیر مرتب سمجھا۔(۷۵)

مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے مصحف میں

بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ رسم الخط کا بھی فرق ہو اور اس میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہو جس میں رسم الخط عثمانی کی طرح تمام قراءتوں کے سما سکنے کی گنجائش نہ ہو۔(٧٦)

حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی داوٗد نے کتاب المصاحف میں ایک الگ باب اس موضوع پر قائم کیا ہے کہ ابن مسعودؓ نے بعد میں حضرت عثمان کے مصحف سے اختلاف سے رجوع کر لیا تھا۔(٧٧)

حضرت علیؓ، مصحف ابن مسعودؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لا تقولوا فی عثمان الّا خیرًا، فواللّٰہ مافعل الذی فعل فی المصاحف إلّا عن مَلَاٍ منّا . قال ما تقولون فی هٰذہِ القراء ۃ فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قراء تی خیر من قراء تك وھذا یکاد ان یکون کفراً قلنا فما ترٰی؟ قال ارٰی أن نجمع الناس علٰی مصحف واحد فلا تکون فُرقة و لا اختلاف قلنا فنعم مارأیت.(٧٨)

"حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو کیونکہ انہوں نے اللہ کی قسم مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمھاری قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ جو کفر کے قریب تر پہنچتی ہے۔ اس پر ہم نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ پھر آپؓ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا کہ آپؓ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔" اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر میں اس کام کا ذمہ دار ہوتا جو عثمانؓ کے سپرد تھا تو میں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا"۔

اس روایت میں حضرت عثمان غنیؓ کے الفاظ : **"أنْ نَّجْمَعَ النَّاسَ عَلٰی مُصْحَفٍ وَّاحِدٍ"** ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں کہ آپؓ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کیلئے یکساں اور معیاری ہو اور اس کے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی کسی کے پاس گنجائش باقی نہ رہے۔

یہ روایت ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف میں موجود ہے۔ مصحف عثمان اور مصحف ابن مسعودؓ کے اختلافات بھی ابن ابی داؤد کے حوالے سے بیان کئے جاتے ہیں۔ اس مذکورہ روایت کے اس کتاب میں موجود ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ ابن ابی داؤد نے جن اختلافات کا ذکر کیا ہے ان کی نوعیت اختلافات

متن کی نہیں بلکہ وہ محض اختلافاتِ قراءت ہیں۔اصل متن کے حوالے سے ابن ابی داؤد بھی مصحف عثمانؓ اور مصحف ابنِ مسعود میں فرق نہیں سمجھتے۔مصعب بن سعد سے بھی روایت مروی ہے کہ مصحف عثمان کی تیاری کے بعد صحابہ کرامؓ نے یہی کہا تھا : ''اَحْسَنَ وَاللہِ عُثْمَانُ''۔(۷۹)

مصحف عثمانؓ پر صحابہؓ کے اتفاق واجماع کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

هَـٰذَا مَـا أَجْـمَـعَ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِـنْهُـمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّ عَبْدُاللهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ . (۸۰)

اس کے بعد دیگر صحابہؓ کے نام بھی درج ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو امت مسلمہ میں عظیم محقق اور بلند پایہ عالم کی حیثیت حاصل ہے ہمارے اس موضوع زیرنظر کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ حفاظتِ خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند صالح بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس کی جمع وتدوین کی خدمت سرانجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق ہوجائیں اور عظیم جماعتیں اس کی تعلیم وتلاوت میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے۔اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمان غنیؓ میں صحابہ کرامؓ کے مشورہ اور اجماع سے تمام مصاحف میں سے ایک مصحف (جو عثمانؓ نے مصحفِ صدیقؓ سے نقل کر کے تیار کروایا تھا) پر اتفاق کیا گیا۔جس میں شاذ قراءتیں نہیں لی گئیں بلکہ متواتر قراءتیں ہی لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں (سبعہ احرف) میں سے جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔(اور اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی ان لوگوں کو جو لغتِ قریش کے پڑھنے سے عاجز ہوں) ایک لغت قریش کو لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصحف متروک کردیے گئے''۔(۸۱)

شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ کہ صحابہؓ کے ''مشورہ اور اجماع'' سے ایک نسخہ تیار کیا گیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اس سے یہی بات ثابت ہوئی کہ یہ کاروائی حضرت عثمان غنیؓ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہؓ اُن کے ساتھ شامل تھے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبس: 13-14

۲۔ الاعلیٰ: 18-19

۳۔ لسان العرب، جلد نہم، صفحہ 186

۴۔ سیوطی، جلال الدین، علامہ، الاتقان فی علوم القرآن، مطبعہ حجازی، قاہرہ، س، ن جلد اوّل، صفحہ ۶۲

5. Bell Richard, Introduction To The Quran , Edinburgh, university press, Edinburgh, 1958, p 39-40 ; Jeffery, Arthur, Material For the Study of Text of The Quran, E.J. Brill, London, 1937.p.3

6. IBID. P.3

7. IBID.P.3

8. Bell, P. 39-40

9. Jeffery, P.3

۱۰۔ ابوالفضل، میر محمدی، بحوث فی تاریخ القرآن، دارالتعارف للمطبوعات، شام، ۱۹۸۰، صفحہ ۱۶
برکت اللہ پادری، صحت کتب، مقدمہ، عربیک سوسائٹی، لاہور، ۱۹۶۴، صفحہ ۲۹۰

۱۱۔ سیوطی، الاتقان، جلد دوم، صفحہ ۶۶

۱۲۔ ان اختلافات کی تفصیل کیلئے مزید دیکھیں عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، جلد اول صفحہ ۵۷۸، ابن ندیم، الفہرست، صفحہ ۴۵، سیوطی، الاتقان، جلد اول، صفحہ ۶۶؛ ابن ابی داوٗد، کتاب المصاحف، صفحہ ۱۵ ابنِ اثیر، الکامل، صفحہ ۱۱۲، سیوطی، الدرالمنثور، ذیل سورۃ الفاتحہ۔

۱۳۔ صحیح مسلم: حدیث نمبر ۱۸۹۱؛ ابوداؤد: حدیث نمبر ۱۴۶۲؛ جامع ترمذی: حدیث نمبر ۲۹۰۲؛ سنن النسائی: ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵؛ مسند احمد: حدیث نمبر ۱۷۲۹۶، ۱۷۲۹۹؛ سنن الدارمی، حدیث نمبر ۳۵۰۲، ۳۵۰۳؛ تفسیر القرآن العظیم، ذیل معوذتین، ۱۴/۵۱۶؛ السیوطی، الدرالمنثور، جلد ۱۵، صفحہ ۸۴-۸۰۹

۱۴۔ شوکانی، فتح القدیر، جلد پنجم، صفحہ ۵۱۸

۱۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، جلد دہم، صفحہ ۱۳۲، نیز طبرانی، المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۵۱۵، مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۱۵ھ، جلد چہارم، صفحہ ۱۳؛ الھیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد، جلد ہفتم، صفحہ ۱۴۹-۱۵۰؛ سیوطی، جلال الدین، الدرالمنثور، جلد ہشتم، صفحہ ۶۸۳

۱۶۔ مسند احمد: حدیث نمبر ۲۱۱۸۲
۱۷۔ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۱۸۶
۱۸۔ مسند الحمیدی: حدیث نمبر ۳۷۸، نیز ابن حبان: حدیث نمبر ۷۹۷
۱۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، ذیل قل اعوذ برب الناس حدیث نمبر ۴۹۷۷، نیز مشکل الآثار للطحاوی: حدیث نمبر ۹۹
۲۰۔ ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، جلد اوّل، صفحہ ۱۵۵
۲۱۔ ایضاً، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۵
۲۲۔ فیض الباری، جلد اوّل، صفحہ ۲۶۲۔
۲۳۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والأ ھواء والنحل، جلد دوم، صفحہ ۷۷
۲۴۔ ابن حزم، المحلّٰی، جلد اوّل، صفحہ ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۲۵۔ اکمال المعلم بفوائد مسلم، جلد سوم، صفحہ ۱۸۲، دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۹ھ
۲۶۔ رازی، فخر الدین، امام، مفاتیح الغیب، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۲، بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ
۲۷۔ نووی، امام، شرح المہذب، مکتبہ الارشاد، جدہ، جلد سوم، صفحہ ۳۶۳
۲۸۔ اکمال اکمال المعلم دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، جلد سوم، صفحہ ۱۶۰)
۲۹۔ بحر العلوم عبد العلی ابو العیاش، شرح مسلم الثبوت، جلد دوم، صفحہ ۱۲
۳۰۔ باقلانی، قاضی ابوبکر، اعجاز القرآن، برحاشیہ الاتقان، جلد اول صفحہ ۱۹۴۔۱۹۶
۳۱۔ افغانی، شمس الحق، مولانا علوم القرآن م صفحہ ۱۲۴
۳۲۔ گوہر رحمان، مولانا، علوم القرآن، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، ۲۰۰۳، جلد اوّل صفحہ ۳۱۸
۳۳۔ سیوطی، الاتقان، جلد اول، صفحہ ۸۱، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۱۸۸، جلد ۳۵، صفحہ ۱۱۷ مئوسسہ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ؛ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، صفحہ ۷۴۲، ذیل قل اعوذ برب الناس، حدیث نمبر ۴۹۷۷؛ طبرانی، المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۱۹۵۰؛ مسند البزار، حدیث نمبر ۱۵۸۶
۳۴۔ الاتقان، ۱/ ۸۱
۳۵۔ قسطلانی، ارشاد الساری إلی شرح صحیح البخاری، ۷/ ۴۴۱؛ عینی، بدر الدین، عمدۃ القاری، ج ۲۰، صفحہ ۱۶، (کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الناس) بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
۳۶۔ رحمانی، عبد اللطیف صفحہ ۱۰۲
۳۷۔ میزان الاعتدال، ۳/ ۳۱۶، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ

۳۸۔ ایضاً
۳۹۔ ایضاً
۴۰۔ رحمانی، عبداللطیف صفحہ ۹۸۔۹۹
۴۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ذیل معوذتین، ۱۴/ ۵۱۶، مؤسسۃ قرطبۃ، ۱۴۲۱ھ
۴۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث نمبر ۹۰۵۱، جلد ۸، صفحہ ۱۶۴؛ قسطلانی: ارشاد الساری، جلد ۷، صفحہ ۴۴۱
۴۳۔ ابن الصلاح، حافظ، مقدمہ، صفحہ ۹۴، خطیب بغدادی، الکفایہ فی اصول الروایۃ، صفحہ ۳۵۶؛ السیوطی، تدریب الراوی، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۳؛ السخاوی، شمس الدین، فتح المغیث، جلد اوّل، صفحہ ۲۸۰
۴۴۔ عثمانی، محمد تقی، مولانا، علوم القرآن، ص ۲۲۵
۴۵۔ ایضا، صفحہ ۲۲۳
۴۶۔ الذہبی: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۳/ ۴۳۵
۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ ایضاً
۴۹۔ عبداللطیف رحمانی، تاریخ قرآن، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲
۵۰۔ ایضاً
۵۱۔ گوہر رحمان، جلد اوّل، صفحہ ۳۱۸؛ الباقلانی، قاضی ابوبکر، اعجاز القرآن، برحاشیہ الاتقان، لاہور سہیل اکیڈمی، ۱۴۰۸ھ، ۲/ ۱۹۴
۵۲۔ گوہر رحمان، جلد اوّل، صفحہ ۳۲۰
۵۳۔ ایضا
۵۴۔ فتح الباری، جلد ششم، صفحہ ۱۵۱، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ
۵۵۔ ایضاً
۵۶۔ فتح الباری، جلد ششم، صفحہ ۱۵۱
۵۷۔ ابن کثیر، جلد ۱۴، صفحہ ۵۱۶۔۵۱۷
۵۸۔ آلوسی، روح المعانی، جزء تیس، صفحہ ۴۹۹، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۵۹۔ سیوطی، الاتقان، جلد اول، صفحہ ۸۲
۶۰۔ زاہد الکوثری، علامہ، مقالات الکوثری، صفحہ ۱۶
۶۱۔ ابنِ قتیبہ، تاویل مشکل القرآن، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۱۸، جلد اول، صفحہ ۴۳
۶۲۔ گوہر رحمٰن، علوم القرآن، جلد اول، صفحہ ۳۲۰
۶۳۔ الدر المنثور، جلد ۱۵، صفحہ ۷۸۴۔۸۰۹، ذیل معوذتین، نیز ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد ۱۴،

صفحہ ۵۱۶
۶۴۔ الرازی، امام فخر الدین: مفاتیح الغیب، ذیل سورۃ الفاتحۃ، جلد اول۔ صفحہ ۱۷۸، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ
۶۵۔ سیوطی، الدرالمنثور، جلد ۱۰، صفحہ ۳۹۴، آلوسی محمود، روح المعانی، جلد ۳۰ صفحہ ۲۷۹
۶۶۔ شوکانی، فتح القدیر، جلد پنجم، صفحہ ۵۱۸
۶۷۔ بحرالعلوم، شرح مسلم الثبوت، جلد دوم، صفحہ ۱۲
۶۸۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ ۱۰
۶۹۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ ۱۹۔۲۰، دار المعرفۃ (باب جمع القرآن، ذیل حدیث نمبر ۴۹۸۶)
۷۰۔ جامع الترمذی، حدیث نمبر ۳۱۰۴ باب ومن سورۃ التوبۃ، نیز فتح الباری، حوالہ مذکور
۷۱۔ مستدرک حاکم، جلد دوم، صفحہ ۲۲۸ دائرۃ المعارف، ۱۳۴۰ھ
۷۲۔ مسند احمد: حدیث نمبر ۳۹۲۹، نیز الفتح الربانی، جلد ۱۸، صفحہ ۳۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ء
۷۳۔ الاتقان، جلد اوّل، صفحہ ۶۶
۷۴۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، حدیث نمبر ۴۹۹۳ صفحہ ۴۳۳
۷۵۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ ۳۲
۷۶۔ علوم القرآن، صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵
۷۷۔ السجستانی، کتاب المصاحف، باب رضاء عبداللہ بن مسعود بجمع عثمان المصاحف، جلد اول، صفحہ ۲۰۲، نیز تفسیر القرآن العظیم، فضائل القرآن، جلد ہفتم، صفحہ ۴۴۷
۷۸۔ بغوی، شرح السنۃ، مکتبِ اسلامی، بیروت، ۱۹۸۳، جلد چہارم، صفحہ ۵۲۳۔۵۲۴ تفسیر القرآن العظیم، (فضائل القرآن)، جلد ہفتم، صفحہ ۴۴۶۔۴۴۷۔ نیز فتح الباری، فضائل القرآن، باب جمع القرآن جلد دہم، صفحہ ۳۹۳
۷۹ ابن داوٗد، کتاب المصاحف، بیروت، ۱۹۸۵، جمع عثمان المصاحف صفحہ ۳۰۔۳۱ فتح الباری، جلد دہم، صفحہ ۳۹۵؛ السخاوی، شمس الدین جمال القراء، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۴۔۱۶۵۔ زرقانی، عبد العظیم، مناہل العرفان، جلد اوّل، صفحہ ۲۶۱؛ ابوعبید، فضائل القرآن، صفحہ ۲۸۴
۸۰۔ علامہ مقری، نفح الطیب، جلد اول، صفحہ ۳۹۸
۸۱۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، جلد دوم صفحہ ۵